حسینی دار تبلیغ کا بارھواں شاندار

تصوف نمبر (۱) حق نما رہبر

مجذوب کی بڑ

تصوف کا آغاز و انجام

سنہ ۱۹۲۳ء

ارواح تصوف میں ہلچل

از

مصور حقیقت ابو المظفر

ابن مولوی حاجی سید رضی صاحب مرحوم مغفور

بندہ غفار حسین کا نذروار

باہتمام اسد حسن انصاری منیجر

مطبع اشاعۃ العلوم فرنگی محل لکھنؤ طبع ہوا

نوٹ: حقیقت تصوف میں اس پہلی دلچسپ قدرتی نئی ایجاد کے ساتھ دوسرے تلمیحی نمبر بے نظیر و مختصر کو خرید کر مفت بٹوائیے

تعداد دو ہزار — قیمت ۱۰/

بادہ خواران تصوف کو جام وحدت اور پیام دعوت

چند روزہ دُنیا میں نفس امارہ دشمن آدم کے دم میں آ کر اور اپنے تخیلات و مجاہدات کی طاقت سے خدا کے آسمانی معصوم ذریعوں انبیاو ائمہ کے قدرتی انتظام کے مقابل اپنے تجویز کردہ پیران شریعت یاران طریقت کے ذریعہ خیالی طیاروں میں طلسمی فوج بٹھا کر زمین سے آسمان پر نہ چڑھو۔ فرش خاک سے عرش بریں پر نہ اُڑو۔ للہ خدا پر چڑھائی نہ کرو اُس کی پردہ دری نہ کرو۔ قدرتی آسمانی نظام میں خدا کی خدائی میں اپنی ارضی خدائی اور فرضی نظام قائم نہ کرو۔ خدائی فوجدار نہ بنو بگولوں کی طرح متوالے بن کر رقاصی نہ کرو۔ اُلٹی سیدھی ضربیں لگا لگا کر اپنی بڑ میں بے تکی نہ ہانکو۔ آئین شاہی قوانین الٰہی کو نہ بگاڑو قدرتی تاروں کو نہ توڑو۔ سراپا دُنیا بن کر ساز حقیقت نہ چھیڑو۔ بس اپنی حد میں رہو۔ آپے سے زیادہ ضد اور کد نہ کرو اور ہر وقت گرم سرد یا کہ ساکت و مدہوش نہ بنے رہو۔ انسانوں کی طرح باتیں کرو۔ اپنی ہی بڑ نہ ہانکا کرو دوسرے مجذوب کی بھی تو ذرا سُن لو۔ تیور نہ بدلو۔ للہ ہوں ہَن نہ نہ کرو۔ ورنہ صاف باطن نہ کہے جاؤ گے۔

ہاں سیدھے سادھے ٹھنڈے دل ہو کر واقعی صوفی صافی نفس سے خالی دل ہو کر یہیں فرش خاک پر بیٹھے قدرتی چیزوں سے خدا کی معرفت کرتے ہوئے انبیا و اولیا و ائمہ جیسی معصوم آیات و نعمات الٰہی کی مدد سے جسقدر چاہو اُڑو جسمانی اور روحانی ترقیاں حاصل

حقیقت تصوف میں پہلی تصنیف

اظہار واقعیت اور تصنیف کی ضرورت

مذاق تصوف اگرچہ عالمگیر ہے اور سامان تصوف ہر لطف نزیہی مسلم وغیر مسلم سب ہی میں کم وبیش پایا جاتا ہے۔ ان میں بھی جو فرقے اس سے قطعی محروم رہ گئے ہیں سو یہ اُن کا ذاتی خیال ہے تو انکی قسمت کی کیا شکایت کیجائے (۲) تصوف کی بابت اُس کے خاص توہمات کے اصول دقوانین کے رنگ میں سلف سے اب تک ہر اہل دل اہل خیال نے اپنے حسب مرضی طرح طرح سے نظم و نثر میں بھڑاس نکالی اور ہر اک نے ساز وسامان حُسن وعشق مجازی سے وابستہ ہوکر حسن وعشق حقیقی کا سودا کیا ہے جسے دیکھ کر پڑھکر اور سُن کر عام وخاص سب ہی متاثر اور سرخرو نظر آتے ہیں لیکن جن کا مذاق نمائشی آلائش دُنیا سے پاک ہے وہ دیکھ کر یا تو خاموش نظر آئے یا کہ معمولی طور سے کچھ کہا سُنا وہ غیر موثر ثابت ہوا۔ یا کہ عقلی پیرایہ میں ادا کیا سو وہ بھی عام فہم نہونے سے بیکار ثابت ہوا لہذا زمانہ سے ہمساز ہوکر اک معقول دلچسپ رنگ میں اس مختصر تصنیف کی ضرورت پڑ گئی خیر اگر زبدۂ تصوف کے لاکھ مشتری ہو جائیں زمانہ بھر ہزار جان سے عقد ثریا نثار کر ڈالے تو کیا مضائقہ ہے اُسکے خریدار بھی تو مختلف طبیعتوں کے اور مختلف مذاق کے ہوا کرتے اور متاع حُسن کو خوب ٹٹول ٹٹول اور ٹھوک بجا کر خریدا کرتے ہیں۔ پس اگر ہم بھی خریدار بننے کے لیے جنس تصوف کے ظاہری وباطنی عیبوں کو اتفاقیہ نظر پڑ جانے پر دکھا دینا بھی چاہیں تو وابستگان حُسن کو کچھ بُرا نہ ماننا چاہیے اور اپنے خریداروں کی خفگا ہیوں کو دور کرکے انھیں سیر وسیراب کر دینا چاہیے۔ بھئی یہ تو سودا کا سودا ہے۔ کوئی سوا ادُن سے دیتا ہے تو سوا ادُن سے کوئی لیتا ہے یوں جواب تو ہر بات کا بنا دیا جاتا ہے اور اپنے دماغ سے بہت کچھ نکالا جاتا ایک خدا کے سامنے

لا انتہا خدا بنا لیتے ہیں اور ان کے لیے نائب وزیر مصاحب اور مصدی بہت
تیار کر دیے جاتے جنکے لیے مکمل وسائط و شرائط او فضائل و دلائل بھی ڈھال دیے
جاتے ہیں تو کیا وہ بھی واقعی خدا اور انبیا ہو جاتے ہیں پس پرکھنے والوں کا قصور
ہے کہ وہ خاموشی سادگی سے حسن واقعی حاصل کریں یا کہ حسن ظاہری پر گر کر نالہ و
فریاد کی خوب ضربیں لگائیں۔ نفس کی ہوا میں بگولے بنکر رقص کریں۔ اور بے وقت کا
شور و تلاطم برپا کریں۔ چنانچہ تصوف کی بابت کسی اہل دل اور رند مشرب کے
دماغ سے جسقدر باتیں نئے نئے انداز میں نکلی ہیں وہ ہر موافق و مخالف کے سامنے
رفتہ رفتہ پیش نظر ہوتی رہیں گی۔ یہ خیال ۱۹۲۴ء میں بحالت قیام فتحگڈھ بتائید
غیبی وجود میں آیا اور دماغ و قلم نے میدان توہمات و طلسمات میں اک ہلچل ڈالدی
اگر ایسے اہل دل کے برحق اور مصفا خیالات سے کسی کو نفرت و کراہیت ہوگی تو پیشتر
عاقبت اندیش اہل دل صاف باطن اور حق پرست کبھی نہیں رہ سکتا۔

راقم مصور حقیقت اہل دل ابو المظفر

۱۲ دسمبر ۱۹۳۲ء

[illegible]

کشف حقیقت حسن قدرت **مجذوب کی بڑ** جام وحدت کرشمۂ قدرت

تصوّف کا آغاز

نہ تھا کچھ تو خدا تھا۔ اور نہ ہوتا گر خدا ہوتا   اتحاد باہمی سے فرق یکسو ہو گیا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے۔ نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا   تو نہ اب تو میں نہ میں تو میں تو میں تو ہو گیا

تصوف کے بعض مشہور خیالات (یعنی ہر چہ ہست ہمہ اوست۔ خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔ یا وحدت فی الکثرت اور کثرت فی الوحدت) سے ایک خالق کا مخلوقات میں سما کر حلول کرنا یا مخلوقات کی متضاد صورتوں میں نمایاں ہو کر طرح طرح کی صورتیں رنگ برنگ کی شکلیں دکھانا ان کے ذریعہ مختلف آوازوں میں بولنا ہم کو صاف بتلا رہا ہے کہ **عیسوی تثلیث** (وحدت فی التثلیث اور تثلیث فی الوحدت) کے سوا مسلمانی تثلیث بعد کو ایسی ایجاد ہوئی کہ عیسوی تثلیث سے سیکڑوں میل آگے سبقت لے گئی۔

عیسوی تثلیث نے تو باپ خدا۔ بیٹا (عیسےٰ روح اللہ) روح القدس تینوں ایک یا جدا جدا خدا کو مان کر باقی مخلوقات سے جدا کر کے چھٹی حاصل کر لی خواہ ان کے خدا کے لئے ترکیب و احتیاج اور جسمیت وغیرہ باتوں کے عیب لگ جائیں تو بلا سے خالق و مخلوقات کے درمیان جدائی ڈال کر انھوں نے اپنے معاملہ کا فیصلہ کر لیا لیکن باعتقاد تصوف مسلمانی تثلیث کے بنا پر سوائے خدا کی ذات اقدس کے دنیا کی جسقدر مخلوقات ادنیٰ اعلےٰ نباتات معدنیات حیوانات مثلاً سگ و خوک اور کفار و مشرکین۔ شیطان۔ دجال وغیرہ کل ہوں یا انکے اجزا کے اجزا ہوں، خدا ہونے سے نہ بچ سکیں گی اور ہر چھوٹی سی چھوٹی شے میں آ سکے ہر ہر خبر

صوفیانہ رنگ سے خدا دکھائی دے گا۔ اور بنتا بھی ہوتا نظر آنے لگا۔ خدا کے بناؤ
بگاڑ کا سلسلہ ہر وقت ہر گھڑی جاری رہے گا تا قیامت ختم نہ ہوگا۔ آخرت میں دیدار
خدا کے قائل ہونے پر جسمیت خدا ثابت ہو جانے کی پرواہ تو نہ ہوگی اُسکی ہر گھڑی
تمنا آرزو وعبث کی جاتی ہے جبکہ یہیں دُنیا میں اپنی موجودہ آنکھوں سے جس کا
جی چاہے دیکھ لے ایک نہیں ہما سنکھوں بیشمار خدا ہر رنگ مخلوقات زمین و آسمان دکھائی دینگے
اچھا اسکی مثال میں کوئی پھول یا اُسکی پتی اور پنکھڑی کو لے لو کہ اُسکی بو باس
اُسکا رنگ روپ ظاہری حسن دلفریب بھی خدا ہے اُسکا مادہ بھی خدا ہے اور جس قوت نے
اُسے اُگایا ہے وہ تو بدرجۂ اولیٰ خدا ہے۔ پس بنانے والا خدا مع اپنے مادہ اور صورت
جسمیہ کے ملکر ایک خدا ایسا بنا کہ پتی اور پنکھڑی کے جسقدر ٹکڑے کاٹتے جاؤ اُتنے ہی خدا
بنتے بگڑتے لوگوں کو اپنے تغیر کا تماشہ دکھاتے رہیں گے۔ اور خدا بننے اور کہلائے جانے کے
دعویدار ہوں گے مختصر یہ کہ جسم کے ہر ذرہ اور خط کا اور خط کے ہر نقطۂ مفروضہ کا خدا
جُدا ہوگا۔ جن تخیلات اور توہمات بیجا سے خدا کا بجائے قدیم ہونے کے حادث ہونا اور
بجائے باقی ابدی ہونے کے اُس کا محدود اور فانی ہونا ثابت ہو گیا۔
حالانکہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ مہکتے پھول چمکتے پتے لچکیلی شاخیں اکڑتے قد
بگڑتے ابرو۔ بکھرتے گیسو نرالی صورتیں عجیب غریب مورتیں مرغان چمن کی پیاری
پیاری آوازیں کیا جسقدر شام و سحر کے دلچسپ نظارے ہیں وہ سب بذات خود
بول کر یا اپنی مختلف اداؤں سے اظہار حُسن قدرت لم یزلی کرکے زبان حال سے گویا
ہوتے اور اپنے متوالوں کو سراسریوں للکار کر آگاہ کرتے ہیں کہ اے نعرہ زنان صدائے
اللہ اللہ واللہ اکبر! واے بادہ خواران جام وحدت فی الکثرت سُنو! ذرا اپنی صداؤں
کو روکو! اور کشف حقیقت سے کام لو! دیکھو ہم سب جو اپنی زبان بے زبانی یا مختلف

یا یہو یہو یا ہو یا ہو کہہ کہکر چلایا کرتے ہیں تو ہم اپنی اداؤں سے تم جیسے بیخود متوالوں کو حکمت وقدرت الٰہی کی مصفا شان صاف صاف بتاتے ہیں کہ اے خالق تیری ذات ہم جیسی کل مخلوقات سے جدا ہے۔ تو تو ہی ہے۔ ہم ہم ہی ہیں ہم تو یا کہ تو ہم مل کر ہرگز ایک نہیں ہو سکتے تو خالق ہے ہم تیری مخلوق۔ تو مالک ہے ہم تیری مملوک تو صانع ہے ہم تیری مصنوع۔ اگر ہم اور تو مل کر قطرہ دریا کی طرح ایک ہو جائیں اور ایک ہو کر مجھے خدا کہلوائیں تو ہم ایسی ادنیٰ فانی کثیف چیزیں تیرے ساتھ مل کر تیری ازلیت وقدامت کے علاوہ خالقیت وصانعیت ورازقیت پر بدنما دھبہ لگائیں جس وجہ سے پھر کوئی صاحب دل اہل بصیرت عاقل نہ تو تجکو ازلی قدیم خالق رازق کہہ سکے گا اور نہ ہم کو کوئی فانی حادث مصنوع۔ مخلوق ہونے سے متصف کر سکے گا حالانکہ خالق ومخلوق صانع ومصنوع عالم ومعلوم حاکم ومحکوم قاتل ومقتول جیسے الفاظ بذات خود ایک کو دوسرے سے جُدا کر رہے ہیں۔ پھر کیسے تم صاحبان کشف اور عارفان حقیقت ہو کہ حق پر بجائے کشف باطل کے پردے ایسے ڈال رہے ہو خدائے برحق کی پاک منزہ ذات کو باطل میں گھُلا ملا کر خود موجب کفر وضلالت بن رہے ہو۔ اور دوسروں کو گمراہ بنا رہے ہو۔ پس اپنے کشف کے بموجب حضرت بایزید بسطامی نے سبحانی ما اعظم شانی کہکر اور حضرت منصور نے انا الحق کہکر دعوائے خدائی کر دیا اور نہ باعث قتل خدا خود آپ ہوئے جس سے قاتل اور حکم دہندہ قتل پر کوئی مواخذہ مذمت لعنت ملامت نہیں کر سکتا کیونکہ ایک خدا نے دوسرے خدا کو مار ڈالا پس مقولہ تصوف "ہر چہ ہست ہمہ اوست" مع خود کوزہ وخود کوزہ گر وخود گل کوزہ کے اپنی چاروں علتوں (علت فاعلی۔ مادی۔ صوری اور علت غائی) کی مختلف حقیقتوں سے باطل ہو رہا ہے۔ چاروں علتوں میں متحد المعنی ہونے پر کوئی فرق وامتیاز باقی نہ رہے گا پھر ان میں علت العلل کو جو کہ حاکم با اختیار اور قادر بالذات ہے تصوف کی بدولت

خود ہی معلول ومحکوم بننا پڑے گا تو پھر ایک دوسری علت العلل کی جانب رجوع کرنا ہوگی ورنہ ناقص صورت میں کوئی شے پیدا نہو سکے گی جس کا سلسلہ لاانتہا ہوکر تسلسل یا اول کی جانب رجوع ہوکر دور لازم آئے گا اور یہ دونوں اپنے مقام فن منطق میں باطل ہو چکے ہیں جس سے تصوف کے مذکورہ مقولے باطل ہو چکے ہیں پس اگر پہلے مقولہ ہمہ اوست میں حرف "ز" کا اضافہ کر دیا جائے اور "ازوست" پڑھا جائے تو پھر کوئی خرابی لازم نہ آئے گی۔

یہی صوفیانہ تثلیث کا اعتقاد ہندوؤں میں (یعنے ایشور برہما خالق۔ بشنو۔ رازق۔ مہیش مہادیو۔ فنا کرنے والا) تینوں کو ایک مرکب خالق ماننے سے پایا جاتا ہے" بہتوں نے اس متعدد کے مجموعہ کو خدا ماننا بہتر نہ سمجھا تو خدا کو ایک مان کر اسکے معین کرنے میں مختلف ہوئے اور اپنے باطل عقل وادراک سے یا محدود حساس اور تجربہ سے کام لیا پس مختلف ہونے پر جس نے مناظر قدرت کی جس سبزی کو یا صانع مطلق کی حکمت وصنعت کے جس پردہ پر نظر ڈالی بس اُسی میں اپنے باطل یقین کو جما لیا اور جا کر اُسی کی ظاہری باطنی حیرت انگیز خوبیوں سے متاثر ہو کر اُسی کو اپنے دل وزباں سے خدا دیبی دیوتا مان لیا اور اپنے مافی الضمیر خیالات کو بڑی آرزوؤں اور تمناؤں کے ساتھ مقررہ اوقات میں پیش کر ڈالا۔

پس اگر اُس نے عالم بالا کی مخلوقات کی جانب توجہ کی تو کسی نے سب سے بڑے ڈیل ڈول والے متحرک جسم آسمان کو چلتا ہوا جادو سمجھ کر یا اُسکے لیل ونہار کے چکر میں پڑ کر انھیں کو خدا کہہ دیا کسی نے چاند سورج اور دیگر ثوابت وسیاروں دیوتا سمجھ کر صبح وشام پوجا کی پھر انسان کا خیال اس بلندی سے کسی قدر نیچے اُترا تو فضائے عالم کی چیزوں میں خدا کی تلاش کی۔ یہاں اور بھی خیالی اور وہم

آگ کو اور پانی کو خدا فرض کر لیا - موت و حیات کا انھیں پر انحصار کر لیا - کوئی ان تے اترا اور معدنیات و نباتات و حیوانات میں جس کی جانب کسی وجہ تے رُخ ہو گیا سو اسی کو بہت کچھ سمجھ کر اپنا مذہبی پیشوا مان لیا - خواہ دُنیا میں ہر چیز سے آدمی کو فائدہ پہونچتا ہو تو سب کی پوجا اور تعظیم ایک طرح سے واجبی چاہیے - بعضوں نے ان سب غیر ذوی العقول چیزوں کو نا قابل الوہیت سمجھکر قدرے ہوش میں آ کر ذی عقل انسان کی طرح شان ربانی کسی عنوان سے پائی یا کہ خود کسی نے اپنے میں بنانا چاہی جن کو اکثر نے بُرا نتیجہ نکال کر خدا کہدیا بعض جیسے نمرود شداد فرعون قارون وغیرہ نے اپنی مال و دولت کی کثرت پر نازاں ہو کر خود کو علانیہ خدا کہلوایا اور کافر ہو گئے - قوم نصیری نے حضرت علیؑ بندۂ خدا اور خلیفہ رسول کو اپنی جہالت سے ان میں مارنے جلانے بیماروں کو اچھا کرنے کی باتیں دیکھ کر) اُسی طرح سے خدا کہدیا کہ جیسے قوم نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ مسیح کو خدا کا بیٹا بنا کر شریک خدا کر دیا لیکن یہ دونوں اعتقاد اسقدر زیادہ قابل اعتراض نہیں ہو سکتے کہ جسقدر دیگر اعتقادات کے نزدیک جبکہ آگ پانی ہوا لکڑی پتھر جیسی چیزیں خدا بنگئی ہیں پس اگر جناب عیسیٰؑ یا کہ حضرت علیؑ معجزات و کرامات دکھانے پر عیسائیوں اور نصیریوں کے اعتقادی زبردست طاقت سے خدا بنا دیے گئے تو کیا بیجا بات ہو گئی یہ ان کی جہالت و غلبۂ اعتقاد باطل کا قابل قدر نمونہ سمجھ لو - لیکن تعجب تو اپنے زبردست عالم بانی مذہب امام شافعیؒ کے کمال علم و فضل سے غلو اعتقاد پر ہوتا ہے کہ انھوں نے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں کچھ شانیں خدا کی ایسی ضروری پائی ہیں کہ وہ بیساختہ اپنی عربی زبان کی رباعی میں یہ کہنے پر تیار ہو گئے:
کہ:-

وماتَ الشافعی ولیس یدری علی ربہ ام ربہ اللہ

(ترجمہ) اور شافعی اپنے مرتے دم تک نہ معلوم کرسکا (شک ہی میں رہا) کہ مولا علیؑ اسکا رب ہے یا کہ اسکا رب اللہ ہے

پھر دوسری رباعی میں فریقین کی اکثر اختلافی بڑی باتوں کا دو لفظوں میں مکمل فیصلہ خود ہی فرماتے ہیں تو پھر علیؑ کے خدا کی طرف سے رسولؐ کے وصی خلیفہ اول ہونے میں مطابق واقعہ غدیر کیا شبہ رہا۔ پہلی رباعی علیؑ کو خدا کے مقابل خدا بناتی اور دوسری رباعی علیؑ کو ساقی کوثر قاسم نار و جنت تمام جنوں انسانوں کے امام اور وصی رسول انام صاف صاف بتا رہی ہے علیؑ کی محبت سپر اور مخالفت نار کی جانب لے جا رہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

عَلِیٌّ حُبُّہٗ جُنَّۃٌ قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّۃِ

وَصِیُّ مُصْطَفٰی حَقًّا اِمَامُ الْاِنْسِ وَالْجِنَّۃِ

(ترجمہ) علیؑ کی محبت نار جہنم کی سپر ہے۔ وہ بہشت و دوزخ کے بانٹنے والے ہیں بلاشک قسم بخدا علیؑ وصی و خلیفہ رسولؐ اور تمام انسانوں اور جنوں کے امام ہیں حضرت امام شافعیؒ کے ان اشعار سے و نیز اس سے زیادہ فضائل و مناقب اہلبیتؑ میں امام احمد حنبل امام نسائی وغیرہ محدثین اور عارفین کاملین کے ایسے اقوال دو چار نہیں جبکہ بہت سے ہوں کہ جن سے اُن میں شان باری اور خلافت اوّل دُنیا پر حکومت و امامت سب کو نظر آتی ہو تو پھر سخت افسوس اور حیرت ہے اسلام کے معتقدین علما حکما و خلفا و کلا پر کہ وہ سخت سے سخت معاملوں کا فیصلہ کر ڈالیں گے بال کی کھال نکال ڈالیں گے لیکن پھر بھی ایسے اصحاب کو (کہ جن کے ایمانی عمر کی مقدار فضیلت سے بڑا قوی حصہ تیس چالیس برس کفر کا زمانہ نکال کر پھر بعد اسلام بھی خدا اور رسول کی مرضی سے ثابت قدم نہونے پر اور کونسی باتوں سے ان کو علیؑ پر فضیلت

ترک جنازہ رسول کی فضیلت اور سقیفہ جیسے فتنہ انگیز مقام کی آپس کی حقیر و ناپائدار گدی نشینی یا کہ فرضی غرضی خلافت ملنے کی بناپر پہلے دوسرے تیسرے درجہ کا خلیفہ بنا کر بحکم خدا حضرت علیؑ خلیفہ رسول زوج بتول مجسم ایمان سے افضل سمجھ لیا جائے اور علیؑ کو چوتھے مرتبہ پر آپ ہی آپ گھٹا دیا جاے تو کیا لوگوں کے ایسے ذاتی اعتقاد پیدا کر لینے سے واقعاً فرش کا مرتبہ عرش سے بڑھ جائے گا اور علیؑ و فاطمہؑ کو ناخوش کرنے سے نجات یافتہ ہو جائینگے۔ کیا لوگوں کو حق و باطل پھر بھی تاقیامت دودھ کی طرح جدا صاف نظر نہ آئے گا اگر کوئی اپنے عالموں اپنے راویوں اپنی حدیثوں تاریخوں اور تفسیروں کے صاف صاف فیصلوں کو بھی نہ مانے گا تو پھر مر جانے پر آپ پچتائے گا بجز تاسف و ندامت کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور اپنی کتابوں اور عالموں کو بے اعتبار بنائے گا اور پرتے تصوف جیسی راکھ بھوسی سے بجاے دلوں کی منجھائی صفائی کے اور بھی مکدر کرے گا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مصوّر حقیقت ۔ ابوالمظفر

تصوّف کا انجام

(یا)

ارواح تصوّف میں ہل چل

خاک کوئے یار! ہم سے! یہ غبار

دیکھنا! تو کیسی چھانی جائے گی

قبل از اظہار عقائدِ تصوّف کے بموجب انسانوں کے تین طبقے دکھانے پر

مجذوب بھی اپنی بڑ ہانکتا اور ذاتی نوٹ پیش کرتا ہے۔ چنانچہ

"انسان کے قطرات باراں کی طرح تین طبقے ہیں۔

(۱) کافر مشرک منکر خدا	(۲) عالم مذہبی کی مثالیں	(۳) اہل باطن صوفیاے کرام کی مثال
مانند گڑھے کے سڑے ہوئے پانی کے جسکی بدبو جسموں کو بیمار کرتی ہے۔	مثل حوض۔ تالاب۔ دریا کے پانی کے ہی۔ جو کہ علم ظاہری سے عوام کو نجاست کفر سے پاک کرے خود حکم خدا بجا لانے عبادت کرنے سے اُجرت بہشت کے طالب ہوں۔	وہ قطرات باران جو کہ زمین میں جذب ہو کر نیچے سمندر میں جا ملتے ہیں یا کہ دریا کا پانی سمندر سے ملنے کو بیقرار ہے اسیطرح سے اہل باطن اپنے معشوق حقیقی مقصود اصلی سے ملنے کو بیچین اور بیقرار ہیں۔

بعض عارفوں کا قول ہے کہ ربوبیت کا بھید عوام پہ ظاہر کرنا کفر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر یہ راز ظاہر کر دیا جائے، تو نبوت بیکار ہو جائے اور نبوت ایسا راز ہے کہ اسکے ظاہر کرنے سے تمام علوم بیکار ہو جائیں۔ اور عارف کامل کو خدا کے ساتھ ایسا راز ہے کہ اگر وہ ظاہر کر دیا جائے تمام احکام خدا بیکار ہو جائیں"۔

اوّل اعلیٰ طبقۂ انسان میں انبیا کی بابت نہ بتایا کہ ان کا طبقہ کوئی جدا ہے یا کہ وہ
اہل باطن میں داخل ہیں یا کہ عالم مذہبی میں شامل ہیں (۲) ربوبیت کا بھید جتنا کہ اہل
باطن پر کھلا ہے اُتنا انبیا بھی واقف ہوئے تو اہل باطن اور انبیا مرتبہ میں مساوی
ہو گئے جس سے ریاضت کے کمالِ قدرت سے انبیا کی بعثت عبث ثابت
ہوتی ہے اور اگر قولِ رسول مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ پر غور کیجیے تو تمام صوفیائے
کرام کا مرتبہ رسول سے میلوں زائد بڑھ جائے گا کیونکہ کوئی نبی ولی کنہ ذات باری
مطلع نہیں ہوا خیر تو فرائض پھر دونوں کا ایک ہیں یا کہ جدا ہیں! ربوبیت کے
راز کا علم اہل باطن کو خود خدا نے بتایا ہے؟ کہ اگر جب ابدال و اوتاد کے اپنے کشف و
مراقبہ و دیگر ریاضت کے بدولت آپ ہی حاصل کر لیا ہے تو آیا دیگر فقرا گیروی
صورت صوفی سیرت بھی اپنے کشف و مراقبہ اور ریاضت کے ذریعہ خدائی راز
معلوم کر سکتے ہیں تو وہ بھی ابدال کا مرتبہ پا سکتے ہیں؟ یا نہیں صرف ابدال ہی کو
معلوم ہے تو انکی تعداد کتنی ہے اُن کے دُنیا میں آکر کیا فرائض ہیں؟ انبیا اور
عالم دین کے موافق فرائض ہیں یا کہ ان سے بالاتر صرف روزمرہ ذکر اذکار وغیرہ کا
نیا ڈھرا پیدا کرنے کشف مراقبہ اور ریاضت شاقہ بجا لانے اور اپنے مقصد اصلی
خدا سے ملنے پر بیقرار ہونا ہے تو عوام الناس یا کہ عالم دینی اگر اپنے فرائض دینی
دنیوی کو ترک کر کے اسی ڈھرے پر چل کر اذکار کشی اور نفس کشی کرتے ہوئے خدا سے
جا ملنے کے لیے ایسی ہی تڑپ اور بیقراری دکھائیں تو کیا خدا ان کو اپنے میں
ملانے سے روک دے گا یا کہ ابدال مانع ہونگے اور اگر یہ اخلاقاً و مروتاً منع کرینگے
تو پھر اس طرح کی ریاضت کرنے والے کو ابدال اوتاد ہونے کا حق حاصل ہو سکتا
ہے یا یہ کہ درجہ ابدال و اوتاد بھی نبوت کی طرح چند افراد کامل تک ختم ہے۔ انکے
علاوہ عوام کیا کوئی مذہبی عالم یا کوئی بزرگ وہ بھی نہیں پا سکتا ہے! پھر درجہ

ابدال انبیا کے مرتبہ سے بالا یا برابر ہی تو رسول صرف برگزیدہ عالم اور باعث ایجاد
کائنات فخرِ موجودات نہو سکیں گے بلکہ ابدال بھی ہونگے لیکن ابدال کو رسول کے
مقابلہ میں کسی نے باعثِ ایجاد برگزیدہ عالم نہیں بتایا ہے اور اگر ابدال و اوتاد کا
مرتبہ انبیا خصوصاً رسول اکرم سے پست ہے تو یہ اور بھی عجب ہے کہ رسول باعث ایجاد
عالم ہو کر خدا کی کنہ حقیقت کے راز سے باخبر نہوں اور ما عرفناک حق معرفتک
فرما کر اظہار عاجزی کریں و گرادہ و کشف و مراقبہ کرکے فنا فی اللہ ہونے یا انا الحق
اور ما اعظم شانی ہے خود کو خدا کہنے کے متمنی نہوں لیکن بعض ابدال اور
منصور و بایزید جیسی ارواح وجد میں خود کو خدا کہکر مقتول کرادیں اور واصل یا مجذوب
بن کر فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل کریں۔ راز ربوبیت سے خود بخود ماہر ہو کر عہدۂ نبوت کو
بیکار ٹھہرادیں تو وہ رسول سے افضل نہو جائینگے انبیا کو کسی نے ابدال و اوتاد
نہیں کہا ہاں ائمہ کو اقطاب عالم لقب رسول سے حاصل ہوا اور ائمہ بحکم خدا قطب
عالم ہیں اور نہ ابدال و اوتاد کو خدا نے یا کسی معتقد نے نبی ٹھہرایا ہے۔
اہل باطن کے چند مختصر افراد کا گروہ صفوف ملائکہ و انبیا سے جدا ہے اور باعتقاد
تصوف کچھ بالا ہی بالا نظر آتا ہے۔ چنانچہ اتحاد باہمی سے خالق و مخلوق کو ایک ہمہ او
کے خمیر میں گوندھ کر ان کے ذاتی صفاتی فرق و امتیاز کو دور کرکے بیساختہ یہ شعر بھی
زبان پر جاری ہوتا ہے ؎

اتحاد باہمی سے فرق یکسو ہو گیا + تو نہ اب تو میں نہ میں۔ تو میں تو میں تو ہو گیا

اب ہم اس ابتدائی دور تصوف کے بانیان ابدال کو انکے علوم و فنون ظاہری و
باطنی اور مراتب کشف و کرامات اور وصال و فنا پر فائز کرتے ہوئے یہ سوال کرتے ہیں
کہ آیا ذکر سماع و رقص و سرود اور قوالی کی بنا بغرض حصول معرفت و عشق خدا خود
[illegible]

ہو گی اگر انھوں نے نہیں بلکہ بعد میں معتقدین خلفا و فقرائے تصوف نے رونق دینے کیلئے
ایجاد کیا ہے۔ اور تصوف کے سادہ ہیولانی لباس کو مختلف طریقوں کے نمائشی تسوانی
لباس سے بنا سجا کر عیش پسندی عشق پرستی سے معرفت و عشق خدا کے ڈیپے ہوئے
ہیں تو آیا اسکے بانی و شرکا (یعنے بانیان تصوف ابدال و اوتاد کے نام کو زندہ
کرنے والوں) کی روحیں بھی ابدال کی طرح اپنے اصلی مرکز خدا سے ملکر جذب و
وصال و فنا کے مرتبہ حاصل کرینگی تو پھر ابدال کی خصوصیت تقرب کی جاتی رہے گی
اور اگر خلاف اخلاق و مروت ارواح ابدال نے یا کہ خدا نے ان کا بلا لینا مکروہ
سمجھا تو کوئی اور جگہ (علاوہ مرتبہ وصال و فنا اور مقام بہشت کے) تجویز کی ہے
تو وہ کون جگہ ہے یا یہ کہ بہشت ہی مقرر کی گئی ہے تو ان کے بہشت حاصل ہو جانے
پر اب قوال اور کسبیوں کی ارواح وجد و سرور میں آکر جسارت کرتیں اور بے تکی تال
و سُر ملا کر اپنا راگ یوں الاپتی ہیں کہ ابدال و اوتاد پیران پیر سجادہ نشین و فقرائے
برنا و پیر تو سب کے سب اپنے اپنے ٹھکانے جا لگے۔ یہاں بھی مزے اُڑا گئے پھر خدا سے
جا ملے۔ یا کہ اکثر بہشت جا پہونچے۔ لیکن جنھوں نے ہمکو ذریعہ ترقی و یادگار اسلاف
تصوف اور موجب معرفت و عشق خدا گردانا ہے انھوں نے ہمارا ٹھکانا کہاں تجویز کیا
ہے۔ اگر ہم عرس اور قوالی کی محفلوں کو رونق کے ساتھ ترقی نہ دیتے اور سجادہ نشین
اور فقرا و مساکین کی گھر بیٹھے معاش معاد کا ذخیرہ فراہم نہ کراتے تو کیا وہ آسانی سے
خالی ذکر اذکار کشتی اور کشف و مراقبہ سے مرجع خلائق بن جاتے۔ جبکہ ہم انکی معاش و
معاد کا جزو اعظم اور زر خیز وسیلہ مسلم ہو گئے۔ واقعہ ہے۔ تو کیا آخری وقت میں بھی
ہماری دستگیری نہ کرینگے۔ خواہ ہماری جگہ ابدال و اوتاد کے نام زندہ رکھنے پر انکے
قریب یا کہ سجادہ نشین درویشوں کے حلقہ میں کہیں بھی مقرر کردی جائے بسر و چشم
قبول کرنے پر تیار ہو جائینگے پس ہم کو اگر کسی گوشہ میں جائے عافیت نہ ملے گی

اسلیے کہ ہم اُن سب کا دامن مغفرت تھامے ہوئے ہیں تو پھر اُنکی بیعت دستگیری سے
قطعاً دست بردار ہوجائینگے اگر انکی مغفرت اور قیام امن و عافیت کا انتظام ہوگیا
تو دیگر قوال میراثی اور کسبیاں جو کہ بدقسمتی سے شریک قوالی نہیں ہو سکے مدعی
ہوں گے کہ جبکہ ہمارے ہم پیشہ کی منظوری ہوگئی تو ہم بھی تو صوفیانہ حقانی
غزلیں گاتے اور تصوف کے اسلاف اور انکے خیالات کو پھیلاتے ہیں تو کیا ہم
اس دستگیری سے محروم کر دیے جائینگے جنکی دستگیری کی کامل توقع ہم کو ہو چکی ہو۔

جذب و فنا کی معقول اور دلچسپ گفتگو

فنا کیسی بقا کیسی جب انکے آشنا ٹھہرے * کبھی اس گھر میں آ اُترے کبھی اُس گھر میں جا ٹھہرے
بعد اس گفتگو کے اب ہم پھر مذکورہ شعر * خاک کوے یار ہم سے یہ غبار *
دیکھنا ! تو کیسی چھانی جاے گی ۔ کو دوہرا کر پھر جذب و وصال اور فنا کی بحث
ہانکتے ہیں جو کہ خالی از لطف نہ ہو گی : ———

کہ لفظ فنا کا تحقق وہاں درست ہوگا جہاں پر کہ دو جسم متحد بالذات دہم صفات
ہوں اور وہ مل کر بلا امتیاز ایک ہو جائیں - یا یہ کہا جائے کہ ایک قسم کے دو بسیط
عُنصر یا دو رقیق و سیال حصوں کا مل کر اسطرح ایک ہونا کہ پھر ان میں دوئی کی
تمیز مٹ جائے - جیسے پانی پانی سے - ہوا ہوا سے - آگ آگ سے - خاک خاک
سے - دودھ - خون - رنگ - ایسے گندھے ہوے آٹے کُٹے ہوے سفوف اور دیگر
یکجا مرکبات وغیرہ - جبکہ یہ اصول مقرر ہو چکا تو اب سوال پر سوال اللہ محال بر محال
یوں وارد کیا جاتا ہے کہ خدا میں فانی شدہ شے محض مخلوق ہی کہ محض خالق ! اگر
یہ مجسم مخلوق ہی تو اُسکا کوئی دوسرا خالق جدا غیر مجسم ہونا چاہیے جو کہ تمام جسمانی
صفات سے پاک ہو - اگر وہ دوسرا الصفات خالق ہی اور یہ بصفات مخلوق ہے تو ہمارا

تو ہمارا مدعا حاصل ہے کہ خالق اپنی مخلوق سے اور صانع اپنی مصنوع سے ذات میں جدا ہوتا ہے۔ خالق و مخلوق کا ایک ہونا محالی ہے۔ اور اگر اسکے ساتھ دوسرا بھی مجسم شے ہے تو پھر اسیطرح سوال مثل سابق کر کے دور یا کہ تسلسل قائم کر کے اس شق کو باطل کر دینگے۔ اسکے علاوہ اُن مجسم شے کا متحد بالذات و ہم صفات ہونا پھر اُن کا اسطرح ملکر ایک ہونا کہ ان میں دوئی نہ رہے صاحبان تصوف کو ثابت کرنا ہوگا اگر فانی شدہ شے بھی خدا ہی جیسا کہ ہمہ اوست سے یا کہ منصور کے انا الحق اور بایزید کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے سے معلوم ہوتا ہے تو خدا کا خدائے دیدہ دانستہ ہا مرکب ہو کر فانی ہونا ثابت ہوگا۔ نیز یہ کہ دنیا میں کوئی شئے بصفات مخلوقیت نہیں رہتی دنیا کی سب ہی چیزیں ایسی بعد ہیں جو کہ رات دن فنا ہوتی اور بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ اولیاء اللہ اہل باطن خدا نہیں ہیں بلکہ اپنے کمال کشف و ریاضت سے آخری وقت پر قطرۂ دریا کی طرح خدا میں جا ملتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں۔ تو اب ان دو چیزوں کے ایک ہو جانے کے بابت پوچھتے ہیں کہ آیا ان کا جسم خدا کے جسم سے ملتا ہے یا انکی روح خدا کی روح سے جا ملتی ہے۔ اگر ان کا جسم خاکی خدا کے واقعی یا کہ مفروضہ جسم سے ملتا ہے تو خدا کا مجسم ہونا ثابت ہوتا ہے اور اگر خدا کا جسم کثیف ہونا بُرا سمجھا جاتا ہے اور نوری جسم فرض کیا جائے تو بھی خدا کے نوری جسم میں انسان کے کثیف جسم کا ملکر فنا ہونا دشوار اور محال ہے۔ کیونکہ جو شے کثیف ہے وہ اپنی کثافت پر باقی رہ کر کسی لطیف نوری آبی جسم میں مل کر فنا نہیں ہو سکتی کہ دوئی کی تمیز نہ رہے۔ کثیف کی کثافت اپنی جگہ پر خود کو ممتاز رکھے گی۔ اور لطیف شئے کی لطافت اپنی جگہ باقی رہے گی مثلاً ڈھیلے پتھر کو پانی میں ڈالنے یا اسے کوٹ کر پانی میں ملا دینے سے انکی ذاتی کثافت نہیں ڈھل سکتی پانی پتھر نہو جائیگا یا کہ نا اہل اور جاہل کی نجاست و خباثت کسی ... سکتی ذات و صفات ہر ایک کے

جدا ہیں۔ گل پھر گل ہی ہے اور خار اپنی جگہ پر بھی خار ہوگا بغیر آزار پہنچائے نہ بان
آئیگا ۔ لطافت وکثافت کے اعتبار سے قوان میں اتحاد فنا ناممکن ہے اچھا اگر
اجسام لطیف وکثیف کے باہم ملا کر ایک ذات وصفات کر دینے میں دبغیر
کوٹے چھانے) سخت دشواری ہے تو اچھا اسے جانے دو اور جسم کثیف کو تو قبر میں
چھوڑ دیا کہ دریا برد کر ڈالو مجبوراً پھر ہم خدا کو روح یا کہ نور قرار دے کر ابدال
کی ارواح سے بھڑا کر یہ پوچھتے ہیں کہ مرتبہ فنا پانے والوں کی روحیں (جو کہ کشف و
ریاضت سے بنسبت دیگر ارواح زیادہ لطیف ہوجاتی ہونگی) خدا کی روح یا کہ نور
میں فنا ہوجاتیں اور ان کا جسم خاکی دُنیا میں رہ جاتا ہے تو آیا وہ رُحیں بعد
پھر اپنے قالبوں میں لوٹ کر سب کے ساتھ حشر میں حشر بپا کرینگی کہ نہیں یا بس
وصال خدا حاصل کرکے اسمیں فنا ہوگئیں اگر قیامت میں دوبارہ انکے اجسام کا
حشر نہوگا تو بڑے کھرے رہے ۔ محشر کی سختی اور حساب کتاب کے ہول سے صاف
بچے رہیں گے ۔ خواہ انبیا نفسی نفسی پکاریں ۔ اور اپنا اپنا حساب دیا کریں ۔ جنھیں
پھر بہشت میں آنے کی بھی ضرورت نہو گی ۔ پھر پوچھتے ہیں کہ ارواح مسلمین کا ذریعہ
کی طرح ابدال کی روحیں بھی بلا حکم خدا ابھی فانی نہونگی مرنے کے بعد جنھیں جسم
مثالی ملے گا اور بوقت صور بجز خدا ہر شے کے معدوم ہونے پر پھر اصلی اجسام میں
آکر اپنے کیے کا ذائقہ چکھیں گے تو ایسی مساوی صورت میں یہ سوال ہوتا ہے کہ
جب تک تمام ارواح باقی رہیں اسوقت تک ارواح ابدال بھی باقی رہیں گی تو بھی
فنا فی اللہ بد نغو ہوگا نیز جبکہ عوام کی ارواح شرف وجہ دو بقا پر فائز ہیں تو یہ وہیں
(اگر دیگر ارواح سے بڑا بھی فرض کی جائیں) اپنے کو فانی کہلا کر اپنی منقصت کی باعث
آپ ہونگی یہ بات اور ہے کہ خدا میں فنا کرلینے سے یہ منقصت جاتی رہے نیز جبکہ

ان ارواح کی بابت (جو کہ خدا میں ملکر فنا ہوگئی ہیں) کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہونگی
اگر خدا کے ساتھ باقی اور بدستور برقرار رہیں گی تو فنا کا تحقق نہو گا وہ تو خدا میں باقی
ہیں اور اگر انکو اپنے سے جدا کرکے فنا کرنا چاہے گا تو خدا کو بھی فنا ہونا پڑے گا کیونکہ یہ تو
قطرات دریا کی طرح خدا میں مل کر ہم ذات وصفات ہوگئیں تھیں۔

نیز ہم کو لفظ فنا کا استعمال کرنا اُسوقت صحیح ہوگا جبکہ ہم فنا ہونے والی چیزوں کی
حقیقت معلوم کرکے اُن کو ہم ذات وصفات حقیقت مقرر کریں لیکن ہم کو یا کسی کو حقیقت
روح معلوم نہیں کہ وہ کیا شے ہے اور نہ ہم کو یا کہ خاص انبیا کو حقیقت کنہ خدا معلوم ہے اور نہ
اہل باطن ابدال واوتاد نے اِس راز سے کسی کو واقف کرنا چاہا ہے تو آپ فرمائیے کہ دو مجہول
الحقیقت شے کے درمیان اتحاد حقیقی یا کہ فنا ووصال کا رشتہ پیدا کردینا سراسر جہل اور لغو
ہوگا جسے حقیقت پرست عقلاً ہرگز تسلیم نہیں کرسکتے اور غیر معتقد معمولی عقل ودماغ کے
اشخاص ایسے توہمات کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

اچھا اگر ہم بتعلیم قرآن پاک روح کو حکم ربی مانیں جس سے کوئی مسلمان انکار نہ کریگا
تو اور بھی اعتقاد فنا فی اللہ سراسر لغو ہوگا۔ کیونکہ روح جبکہ حکم خدا ہے تو حکم بھی ایک مخلوق
شے ہے نہ کہ خالق۔ تو مخلوق کا خالق میں اور حکم کا صاحب حکم میں دوبارہ واپس ہوکر ملنا
مٹنا اور فنا ہوکر پھر ایک ہونا کیا خوب منطق ہے۔ پھر یہ کہ خدا کی ذات وصفات بعینہ ایک
مین جسمانی صفات سے پاک ہیں تو وہ غیر ارواح کو اپنے میں شریک کرکے فنا کا شرف
عطا کرنے کو اور اپنے میں شرک اور ترکیب واحتیاج کا عیب لگا لینے کو کیوں پسند کرے گا
تو بغیر اسکی اجازت ارواح ابدال کا خود اپنی ریاضت سے یا کہ معتقدین کے توہمات سے
خدا میں جبراً گھسنے اور زبردستی جذب وصال اور فنا حاصل کرنے سے کیا نتیجہ جس جبریہ
بھرتی سے اہل باطن اپنے عشق ومحبت صادق کو مٹا کر اپنے معشوق حقیقی میں عیب

خواہاں ہوں) ثابت ہوں گے - پھر ہمہ اوست کے بموجب صرف چند ارواح ہی کو خدا سے
ملنے اور اتحاد و فنا کا شرف پانے کی کیا ضرورت ہے دُنیا کی ہر خشک و تر حسین و قبیح مومن و
کافر سب کو مل جانا چاہیے - نیز وصال و فنا سے تقرب حاصل کرنے کی تمنا تو اپنے سے غیر جنس کو
ہوتی ہے جبکہ خالق و مخلوق کی ذات و صفات ہی ایک ہیں اور خالق ہی اپنی مختلف شکلیں
دُنیا میں دکھا رہا ہے تو جسم کے مختلف پردے ڈال ڈالکر اپنے سے جدا کرنے اور پھر اپنے میں ملانے
کے واہی خیال سے جدائی ڈالنے کی کیا ضرورت رکھی پس یہ کل عالم یا کہ خدا ایسی کوئی ایک
ذات ہے کہ جو سدا اپنی مختلف شکلوں میں فنا اور نمایاں ہوتی رہتی ہے جس کی یہی حالت ہمیشہ
رہے گی قطعی فنا نہ ہوگی پھر عالم کو فنا کرنے کی کیا ضرورت رہیگی اور بہشت و دوزخ اوامر و نواہی
عبادت نبوت اور قیامت وغیرہ سب بیکار ہوجائینگے یہ تصوف کی اصطلاحیں تو بغیر مخلوق کو خالق سے
جُدا کیے اور خالق کو صفات جسمانی سے پاک بنائے ممکن اور درست نہ ہونگی - ہمہ اوست کے
خیال سے عالم کا قدیم ہونا اور خالق کا فنا اور تقسیم ہونا عیاں ہوگیا اور وصال و جذب اور
فنا سے خدا کا مرکب و محتاج ہونا کھلا ہے - انبیا ایک لاکھ چوبیس ہزار گذرے ہیں انکی ارواح نے
کشف و مراقبہ کے ریاض کرکر کے خدا میں جذب و فنا ہونے کی نہ خود تمنا کی نہ کسی صاحب
باطن نے انکی بابت کچھ ارشاد فرمایا کہ وہ فنا فی اللہ ہوگئے بھلا غریب عوام الناس کا کیا ذکر
پھر اہل باطن جیسے لکیر کے فقیر ونکی بابت بھی کوئی پیشین گوئی یا کہ بشارت علانیہ نہیں سُنائی
پڑتی کہ وہ سب لازمی وصال و فنا پر فائز ہونگے رہ گئے وہ چند ابدال داوتاد یا کہ غوث و
قطب جنکے نام فہرست میں مختصر ہونگے یہ بھی زندگی میں وصال و فنا پر فائز کیوں نہ ہوسکے
اپنے اپنے وقت پر موت آنے سے جسم تو زیر خاک ہوا اور مریدین کے کمال اعتقاد سے وہ
وصال و فنا پر فائز کردیے گئے نہ مرید وہاں دیکھنے گئے نہ انکے پیروں نے وہاں پہونچکر
اپنے وصال و فنا سے کسی کو آگاہ کیا یوں اگر خواب میں کہدیا ہو تو اور بات ہے لیکن یہ ابدال
جوکہ سالوتو انبیا کے وقت میں تھے بعد زمانہ رسالت نہ سب تصوف قائم ہونے سے خدا نے

دُنیا میں صرف چند روز کے لیے کیوں اپنے سے جدا کر کے بھیجا اور کیا بجز فرائض علاوہ انبیا و علماء کے انھوں نے ادا کیے تھے کہ جنکو پھر مقصود اصلی میں جا ملنے کی بےچینی لاحق ہوئی اور وہ پھر وہیں جا ملے۔ پانی ضرور اپنی مرکز کی جانب ہوا اپنی جانب کھنچکر ثبوت دیتے ہیں کہ ہر جز بسیط عنصری بوجہ قاسر کل سے جُدا ہو جانے پر اپنے مرکز کل سے ملنے کی تمنا رکھتا ہے ادھر وہ مانع چیز برطرف ہوئی یہ بھی فوراً اپنے کل سے جا ملتا ہے۔

مگر اس قسم کی تڑپ بےچینی اک جز کو اپنے کُل کے ساتھ ہوگی غیر کو تڑپ دکھانے اور خدا سے ملنے کی کیا ضرورت ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ ابدال کی ارواح کوئی غیر چیز نہیں خدا کے حقیقی اجزا ہیں جو چند روز کے لیے کل سے جدا ہو کر پھر قطرات باراں کی طرح بےچین ہو کر کل آخر (یعنے خدا) میں جا ملے ہیں۔ خدا میں کمال اُسیوقت ہو گا جبکہ تمام مقررہ ارواح کی تعداد اسمیں جمع نہو جائیں وہ جبتک ناقص رہیگا اور اپنے ناقص رہنے پر وہ اپنے اختیارات کو بھی انجام نہ دے سکے گا۔

پھر جبکہ کل ارواح اسمیں جا ملیں اور وہ مرکب کامل ہو گیا تو مذکورہ خیال کا اعادہ کر کے کہا جاتا ہے کہ انکو بروز قیامت بہشت میں خدا بھیجنا پسند ہی نہ کریگا اور نہ انکی ارواح کو بلحاظ وفاداری بہشت میں جانے کی خواہش کرنا چاہیے کیونکہ خدا سے مرتبہ اعلیٰ وصال حاصل کرنیکے مقابل بہشت ادنی مرتبہ کی طلب ہے کیا چیز۔ اور نعمات بہشت اُسکے سامنے ہیچ ہیں۔

اور خدا انکو بہشت میں بھیجنا کب گوارا کریگا۔ اسلیے کہ جن چیزوں سے خدا میں کمال حاصل ہو کر اُنکی عین ذات ہو گئی ہوں اُنکو اپنے سے جُدا کر کے خود کو ناقص بنا کر معطل کر دینا پسند کریگا ہرگز نہیں۔ اگر ارواح خود سے بہشت میں آئینگی تو اپنے محبوب کو ناقص کر کے وصال میں فراق اتحاد میں جدائی کس دل سے گوارا کرینگی یہ بد معاملگی خلاف عقل اور اعتقاد تصوف درست نہوگی بغیر خدا کو لیے بہشت کی سیر ممکن نہو سکے گی۔

محبت! تیری از خود رفتگی نے کھو دیا مجکو دو عالم سے گیا گذرا ٹھکانا اب کہاں میرا

غرضکہ مجذوب کی بڑ نہ معلوم منہ سے کیا کیا کہلا اٹھی ہے اور اسلام اور غیر اسلام کو کہاں تک لے جاتی

اور ہمشاتی ہو اگر وصال اور فنا کے معنے حقیقی نہ لیے جائیں جن سے کفر پر کفر اور محال پر محال ثابت ہوتا چلا جاتا ہو بلکہ اُنکے معنے مجازی یا اصطلاحی ملحوظ رکھے جائیں کہ ارواح اقطاب و ابدال اپنے ذاتی ریاضت مجاہدے مکاشفہ مراقبہ کی قدرت طاقت سے خدا میں ایسے محو مستغرق ہوجاتے ہیں کہ انکو عالم بیخودی میں اپنی یاد دُنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی تو بہت مناسب تھا مگر یہ سب مرتبے دُنیا میں بحالت زندگی قبل موت انکو حاصل ہونا چاہیے تھے۔ مرجانے پر صرف چند ارواح کو خدا میں واصل اور فانی نہ کرنا چاہیے بلکہ ہر صاحب بیخود کو بھی جبکہ وہ مذکورہ ریاضتوں پر فائز ہوجائے زندگی میں فنا فی اللہ کہنا چاہیے ورنہ انکی ریاضت کی حق تلفی اور ربڑی نا انصافی ہوگی جو کہ عدالت خداوندی اور مروت اہل تصوف کے سر سر خلاف ہے دوسرے یہ کہ اپنے اوپر حالت وجد و بیخودی صدائے بربط و سرود سے ایسی طاری کر لینا کہ جس سے اپنے تن بدن کا ہوش نہ رہے عقل اور مذہب اسلام میں کب روا ہو اگر قوالی میں میراثی اور کسبیوں کی غزلیں ان کا سرود و غنا حال و قال کرنے وجد و سرور میں لانے کے لیے جائز ہو تو باقی جگہوں کا گانا اور نشہ لانے والی چیزوں سے بدمست ہوجانا بھی جائز ہونا چاہیے۔

چونکہ مذکورہ عقائد تصوف عالمگیر ہیں شاعری جس سے فروغ یافتہ اور ہمیشہ سے خود دامنگیر ہے علمائے اسلام سدا سے مخالف اور حکم تکفیر پر تیار ہوتے جب ہی تو حضرت منصور حلاج کے انا الحق کہنے پر بادشاہ بغداد نے دیگر علما خاص کر جنید بغدادیؒ کے فتوائے پر حکم قتل دیا اسلیے کہ ظاہر پر عمل ہوتا اور رہے اچھی بُری لگائی جاتی ہے اسی بنا پر سابق صوفیائے کرام بلکہ بانیان تصوف امام قشیری و امام غزالی وغیرہ بعد ہم کے اکثر عقائد اور ایجاد کردہ جب اصطلاحیں کتابوں اور عام خاص کی زبانوں پر جو کچھ ہیں انکو چونکہ عقل اور خدا و رسول کے خلاف پایا ہو تو مجھ جیسے اہل دل کا قلم قدرت ششم اُٹھا ہو ورنہ تو وصال و فنا فی اللہ ہونے والوں پر کس کی مجال تھی کہ زبان کو گویا کرتا۔ ان اصطلاحوں کے معنوں اور مطلبوں کو

شعرا نے مختلف طرح سے ادا کر دکھایا حقی باہیں اہل باطن کی کب تک صیغۂ راز میں رہتیں اہل ظاہر پر بہت کچھ کشف حقیقت کا کام کر گئی ہیں نجیاں غالب سے ڈبویا مجکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا۔ یا کہ سے اتحاد باہمی سے فرق یکسو ہوگیا ہے تو نہ اب تو۔ میں نہ میں۔ تو میں۔ تو میں تو ہو گیا۔ یا فارسی مقولے ہمہ اوست کی تائید میں سے او خود کوزہ وخود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔ یا یہ کہ من تو شدم تو من شدی وغیرہ زبردست باتوں سے انکار نہیں ہو سکتا کسی کے تاویل کرنے آپس میں جواب دے دلا کر خود خوش ہو جانے سے کسی اہل مذہب کو نجات نہیں مل سکتی شیطان اپنے نزدیک معقول دلیلوں سے خود کو فضیلت دے کر خلافت کا حقدار بنانے پر ملعون و مردود بارگاہ باری ہوا۔ انکی کثیر عبادت۔ اعتقاد وحدانیت نبوت و قیامت فقط انکار خلافت آدم پر یکدم باطل کیوں ہو گئے اگر خدا اُسکو معاف کر کے ذرا رحمت سے کام لیتا تو سارے جہان کے اعمال بنجانے اسقدر نہ بگڑتے۔ قرآن میں آدم و ابلیس کا قصہ یا اشارہ پچاسوں جگہ پر دکھانے سے تاقیامت سب کو عبرت و تنبیہ کی ہے کہ اپنی رائے سے خدا۔ نبی اور خلیفہ بننے بنانے والے خدائی اختیارات و شفاعت اپنے معتقدین کو از خود دلانے والے بھی نجات نہ پائیں گے ورنہ تو پھر شیطان کو بھی مع معتقدین کے طالب معافی ہوکر نجات یافتہ ہونا چاہیے۔

راقم ایک حق پرست اہل باطن مصور حقیقت ابو المظفر

تصوف کی عجیب و غریب بعید از فہم کیفیت

جبکہ فارسی اردو کے "ہر چہ ہست ہمہ اوست" ونیز "خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ" وغیرہ جیسے فقرے دنیا میں فقط مشہور ہی نہیں بلکہ فن تصوف کے عنصر اور مرکز ہیں جس اعتقاد کی وجہ سے منصور حلاج نے انا الحق اور حضرت بایزید نے ما اعظم شانی کہکر ابتداء سے قتل و رسوائی خود اپنے اسلام کے علماء سے ونیز جنید بغدادی

جیسے امام اہل باطن سے اُٹھائی اور اُنھوں نے مذکورہ اعتقادی مقولوں کی خود
اپنے قول اور عمل سے تصدیق کر کے خالق و مخلوقات کی ذات وصفات کو بعینہ ایک
ثابت کیا تو پھر دونو کی ایسی متحدہ صورت ہونے پر اور بھی تعجب پر تعجب اس خیال سے
ہوتا ہے کہ پھر تصوف کی فرد کامل کو کسی قسم کے ریاضت و عمل سے ذکر و مشاغل کرنے
نئی نئی اصطلاحوں کے ایجاد میں سخت زحمت اُٹھانے کی کیا ضرورت پڑی۔ انکے
خود مقولوں اعتقادی اصولوں نے انکے عمل کو خود ہی باطل اور رفنا کر دیا۔ بلکہ انکے
ریاضت عبادت نے خود کو مخلوق بنا کر اپنے خالق سے جدا کر دکھایا۔ تو اسوجہ سے
انکے اعتقاد میں عمل میں سخت تصادم اور تناقض پیدا ہو گیا کہ اُنکے اعتقاد نے
انکے عمل کو اور ان کے عمل نے ان کے اعتقاد کو ٹکرا ٹکرا کر قطعاً معدوم نیست نابود کر دیا
جبکہ دونوں ملکر خالق بنگئے تو پھر اپنی عبادت آپ کرنے سے اور اپنی حماقت ہوتی ہے
اور جبکہ مجاہدہ و مراقبہ وغیرہ باتوں کے عامل ہوے تو خدا میں پانی کی طرح ملکر ایک
نہیں ہو سکتے اور خود کو پھر خدا بھی نہیں کہلا سکتے۔ منصور کو اسی قاعدہ پر علمائ
کافر کہکر قتل کرا ڈالا۔

پھر ایسے باطل اعتقاد اور عمل کے مان لینے پر نہایت معقول قابل پسند بات
یہ اور پیدا ہو گئی کہ تصوف کے ایسے اعتقاد و عمل کی ابتدا کرنے کے بعد رسول
مقبول صلعم سنہ ۲۰ھ میں بذریعہ امام قشیری خدا کو کیوں ضرورت ہوئی اور پھر
سنہ ۵ھ میں امام غزالی کو تصوف کا بانی قرار دینے کی کیا حاجت داعی ہوئی۔
رسول کے صحابہ کو و دیگر مومنین و مسلمین کو دو سو برس تک ادھر اور رسول سے قبل
آدم تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کو ہزاروں برس ادھر تصوف سے و نیز اپنے من جاذب
و وصل فنا فی اللہ کرنے سے الا اللہ کی ضربیں لگوانے سے خدا نے کیوں محروم رکھا جن
کا باوجود یکہ حقیقت سے واقف مجاہدہ کرنے سے ہوتی ہو پر منکشف ہوا کہ تصوف کا

مدار اپنی ایجادی مشق ریاضت یا کہ: مجازی حسن کی مختلف اداؤں کی کثرت پر ہے۔ اور اسکا رشتہ ناتہ خدا و رسول سے نہیں بلکہ غیر مسلم مذاہب ہنود۔ بودھ عیسائی اور یونانی مذاہب سے بہت کچھ متحد ہے۔ (جسکا ثبوت تاریخی مکمل دوسرے حصہ میں دیا ہے) ملاحظہ کیجیے پس اگر مذکورہ باطل خیالات کی بلند پروازیوں کو چھوڑ کر اپنے اسلام کے سیدھے سادے معمول فروع پر بخاموشی عامل رہتے تو خدا سے ملنے ثمرات حاصل کرنے کے لیے بہت کافی تھا۔

مذہب تصوف کے مشہور افراد بیشتر مختلف علوم حکمی ریاضی و فلاسفی و کیمیاوی و عمل مسمریزم و علوی و غیر علوی میں ماہر ہو کر قابلیت میں ایسے مشہور ہو جاتے کہ وہ بھی انبیا کی طرح از خود معجزات و کرامات و الہام دکھانے پر قادر کیے جاتے اور اقطاب و ابدال و اوتاد کے القاب سے ملقب ہوا کرتے تھے۔ فرق اتنا ہے کہ انبیا میں خدا کی طرف سے معجزہ کرامات دکھانے غیب کی خبر بتانے کی طاقت عطا ہوتی ہے اور یہ لوگ خدا کا اتنا بھی احسان اپنے سر پر نہیں لیتے بلکہ خود اپنی ہی ریاضت اور ہاتھ پیروں کی قوت دل کی حرکت نفس کشی کی بدولت انبیا جیسی طاقتیں پیدا کر کے اُنسے پچاس قدم آگے بڑھکر خدا میں جا دھستے اور شیر و شکر کی طرح گھل مل جانے کی قابلیت پیدا کر سکتے ہیں۔

خیر وہ لوگ قدیم ایام میں اُسوقت جیسا کچھ اپنے علم و عمل اور مشق و مہارت سے کمال پیدا کر کے شہرت یافتہ اور مرجع خلائق بن گئے سو بنگئے لیکن انکے علاوہ انکے ورثہ تصوف کے بہت سے جاگیر دار بجز دولتمند ہاتھی نشین گدی نشین ہونے اور سراپا عیش و عشرت کے ساتھ خواہش نفسانی میں بھرپور نظر آنے کے علم و کمال سے کوسوں دور اور جہالت نا قابلیت کے ساتھ آرائش و زینت سے ظاہر و باطن میں مخمور ہوتے ہوئے بھی قدمبوسی دست بوسی اور بیعت کے ذریعہ نجات ابدی دلانے میں بھولے لوگوں کی

طرح بدستور مرجع خلائق ہو کر مشہور ہو رہے دنیا میں یہی لوگ مزے اڑا رہے ہیں قابل حق دار کو بے پیسے کے کوئی نہیں پوچھتا۔ حق و باطل اور اچھے برے کو کوئی نہیں دیکھتا چنانچہ اس عملی جامہ اور ذکر کی ایجاد کردہ مشق و ریاضت سے پیران پیر کی اسقدر عظمت مریدوں اور خوش فکر معتقدوں کی طرف سے بڑھائی گئی کہ شہدا اور انبیا کی طرح گروہ مشائخ عالم کے قطب ہیں اور زندہ ہیں خدا کی طرف سے رزق پاتے ہیں دنیا ان سے قائم ہے شفیع محشر اور حاجت روائے خلق ہیں خدا کی آیتوں اور حدیثوں کو جس کا جی چاہے اپنے لیے یا دوسرے کے لیے ثابت کرنے پر ہر ایک تیار ہو جاتا ہے۔ دنیا کی بھیڑیا چال ہی اچھے برے کو کوئی نہیں دیکھتا ظاہری حسن کی ہوا پر اڑتا ہے جس وجہ سے دنیا ہمیشہ سے اہل تصوف کی مرید رہی اور اسی کی گاتی بجاتی رہی اور نبوت و امامت کے ہم پلہ کر دینے سے نبیوں اور معصوم اماموں کی ناقدری ہی کی تو عام طور سے پیروں کو بجائے بارہ اماموں کے اوتاد و ابدال و اقطاب کہنے لگے حالانکہ معتبر کتب سنت سے اقطاب اہلبیتؑ کو کہا ہے۔ چنانچہ رسول کی منجملہ احادیث جو کہ آیات اثنا عشر نقیبا (من بنی اسرائیل) اور وقطعنا ہم اثنتی عشر اسباطاً اُمماً کے مطابق بارہ ائمہ کے نائب رسول ہونے کے بابت اور بارھویں امام حضرت مہدی آخر الزماں کے تا حکم خدا زندہ رہنے کی گواہی دیتی ہیں فقط ایک حدیث کا بوجہ طوالت یہاں صرف ترجمہ کرتا ہوں وہ یہ کہ آپنے فرمایا کہ ستارے اہل آسمان کے محافظ ہیں جب ستارے نہ رہیں گے تو آسمان بھی نہ رہیں گے اور میرے اہلبیت اہل زمین کی امان اور پشت پناہ ہیں جبکہ اہلبیتؑ میں کا ایک بھی زمین پر زندہ نہ رہے گا تو بس دنیا بھی ختم ہے اور قیامت ہے۔

ائمہ اثنا عشر قطب عالم ہیں فتوحات مکیہ میں حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ:-

الا اثنا عشر قطبا الذین یدور علیھم عالم زمانھم وھذا القطب ھو

نائب الحق تعالیٰ - یعنی بارہ قطب وہ ہیں جن پر دورہ کرتا ہے اس زمانہ کا عالم اور

یہ کل قطب حقتعالے کے نائب اور حکمراں ہیں (زمین و آسمان سب پر) یہی بارہ امام ہیں -

دوسرے جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی ائمہ اثنا عشر کو

قطب کہا ہے - اور اپنے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں کہ فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ ائمہ

اثنا عشر رضی اللہ عنہم اقطاب عالم ہوئے ہیں -

اور کتاب نور الابصار میں ہے کہ :-

ذھب قوم الی ان قطب الاولیاء فی کل زمان لا یکون الا من اھل البیت

اک گروہ کا اتفاق (یعنی شیعہ کا) اس بات پر ہے کہ ہر زمانہ کے قطب اور ولی اھلبیت میں سے ہی ہوتے ہیں -

ابدال و اوتاد یعنی پیران تصوف نہ شہید مرے مگر شہید بلا تامل کہلائے اور شہادت کے درجے پائے - بانیان مذہب تصوف کے ایمان صحیح ہونے میں بہت کچھ تامل ہے ہم ان کے ایجاد کردہ اصول اور قوانین مقررہ کے بموجب جو کہ ابدال و اوتاد و پیران پیر دستگیر کہلائے ان کا قیامت میں شفیع اور دین دُنیا میں حاجت روائے خلق اور مقبول بارگاہ ایزدی ہونا کب روا اور مسلم ہوگا -

پھر جبکہ اہل باطن پیران دستگیر روشن ضمیر ابدال و اوتاد کو خدا کی طرف سے الہام اسرار خاص حاصل ہوتے ہیں کہ وہ اگر ظاہر کردیے جائیں تو نبوت بیکار ہوجائے نیز وہ خدا کے تمام سیاہ و سفید اور قضاء و قدر کے مالک و مختار ہیں جسے چاہیں دوزخ میں ڈلوادیں یا بہشت میں بھجوادیں پس جن کو ایسی قدرت ہو انکو نماز روزہ جیسے فرائض اور اللہ اللہ کے مختلف ذکر کی مشقت کرنے یا کہ حال و قال کرکے قوالوں سے زینت دینے کی کیا ضرورت ہے - اسیوجہ سے اہل تصوف زیادہ تر نماز روزہ سے غافل

اور حرص دُنیا میں مبتلا رہا کرتے ہیں۔

صوفیانہ رنگ میں بیخودوں کی نماز

اک صوفی مزاج کی عالم بیخودی سے جامع مسجد دہلی میں جماعت ظہر ہوتے وقت نماز کا نیا ڈھنگ دیکھا گیا جو دل لگی سے خالی نہوگا۔ نماز صحن میں باجماعت ہو رہی تھی اک صوفی صاحب تشریف لائے انھوں نے بلا وضو اپنی بیخودی دکھائی کہ جماعت سے پندرہ بیس قدم کے فاصلہ سے ہٹ کر اکڑو جھکے اور یوں ہی جھکے جھکے انجن یا گھاگھس مرغ کی طرح نہایت زور روں میں قبلہ کی جانب باواز بلند الحمد پڑھتے ہوئے جماعت کے بیچ میں ہو کر دوڑتے ہوئے سٹ سے نکل گئے پھر اسی طرح ذکر الحمد کرتے ہوئے وہاں سے انجن کی طرح منھ قبلہ کی طرف کیے ہوئے اُلٹے پیروں واپس ہوئے اپنی آمدو شد میں نمازیوں کو گرا کر نیچا دکھایا۔ ابھی آپ کا رکوع تمام نہیں ہوا اور دوڑتے ہوئے شمال کی طرف اُتر کی جانب وہی جست بھری اور دم لگاتے سٹ سے صف کے آگے سے نکل گئے پھر ادھر سے جست بھری اور اُدھر (رکوع نبھاتے ہوئے) دوڑ گئے۔ یہی کیفیت تا اختتام نماز جماعت رہی۔ اور یہ حالت وجد میں اپنے رکوع کا تماشہ چند منٹ اور دکھاتے رہے۔ پھر تھک جانے پر قیام کی صورت اختیار کر کے کودتے ہوئے کوئی دوسرا ذکر چھیڑا۔ چشم دید واقعہ دیکھنے والا فقط جامع مسجد دیکھنے گیا تھا وہاں زیادہ ٹھہر کر سجدہ کی شان اور بقیہ حرکتیں دیکھنے سے محروم ہو کر واپس ہوا۔ جو نمازی بیچارے اسکے دھکّے اور انجن کی ٹکّر سے گرے انھوں نے بعد کو دیدے نکالے اور صوفی جی کے دو چار ہاتھ لگانے پر جرات کی لیکن امام صاحب اور دیگر نمازیوں نے اپنی خوش اعتقادی سے معاملہ کو یہ کہکر ٹھنڈا کر دیا کہ یہ صوفی لوگ ہیں ان کی بیخودی سے خدا بچائے انھیں سب معاف ہے۔

دوسری نقل | اک صوفی مزاج اک مسجد مو تھے بعد مغرب ذکر اللہ اللہ کرتے وقت

اک کُتّا اندر آگیا اور سامنے سے چراغ اُٹھا کر لے گیا تو آپ کو بجائے اللہ اللہ دوسرے ذکر کی دُھن سوار ہوئی اور یہی فقرہ بار بار رٹنے لگے کہ وہ آپ اپنے گھر کا چراغ آپ ہی بجھا گئے۔ ایسی بیہودہ باتیں بہت سی ملیں گی جن کو بوجہ خوف طوالت اور لغویت نظر انداز کیا جاتا ہے

( ) بجز رسول اور ائمہ معصومین کے شفیع ہونے کے کسی غیر کا بغیر خدا ورسول کے فرضی شفیع اور حاجت روائے خلق ہونا باطل ہے	امر شفاعت کا حقیقی منظر تو جدا دکھایا گیا ہے یہاں اسقدر کہہ دینا کافی ہے کہ قرآن و معتبر احادیث وتفاسیر فریقین

سے باعث ایجاد عالم رسولؐ و علیؑ و بتولؑ کا معہ دیگر ائمہ معصومین کے بحکم خدا شفیع اُمت قاسم نار وجنت ہونا مسلم ہے یوں کوئی بد اعتقادی کر جائے یہ بات اور ہے باقی انبیا اور صالحین میں سے جس کو خدا اپنے حبیب کی مرضی سے اپنی امت کی شفاعت کی اجازت دیدے وہ اسلام میں مسلّم ہے۔ ومن یشفع عندہ الا باذنہ جیسی بہت سی آیتیں ہمارے مقصد کی تصدیق کرینگی۔ پس غیر معصوم کا شفیع ہونا قطعاً ناممکن ہے اور غیر معصوم کی شفاعت کی نہ تو کچھ اہلیت ہے نہ خدا کو نا اہل شفاعت کی طلب ہے۔

انبیا اور ائمہ معصومین کی عصمت مسلمہ ہونے کے سوا پیران دستگیر اور دیگر فقیر و سجادہ نشینوں کو کسی نے معصوم نہیں مانا اور نہ ان میں کسی سے شرائط عصمت ادا ہو سکتے ہیں یوں معتقد مریدوں کے نزدیک ان کو اولیا اور انبیا سے بڑھا کر مجسم خدا بنا دیا جائے یا کہ خدا میں فانی کر دیا جائے تو کیا ہوتا ہے۔ ان میں شفاعت اور مقبولیت درگاہ خداوندی کی اہلیت ہونا تو درکنار پہلے ان کے ایمان اور عمل اور دیگر حقوق عباد اور معاملات دینی دنیاوی میں حسب مرضی خدا مکمل ثابت ہونے میں

بہت شاک ہے یوں پانچ انگلیاں ایک نہیں ہوتیں کوئی بزرگ صورت وسیرت میں حسب مرضی الٰہی اعتقاد و عمل میں پورے نکل آئیں تو کچھ بعید بھی نہیں۔ لیکن اکثر فقرا و مشائخ کے برتاؤ سے مختلف زبانوں میں بعد تجربہ ایسے مقولے کہ "پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند" یا بقول سعدی پیران و مشائخ کی چالوں کو وہی خوب سمجھ سکتا ہے جو ان میں رہا اور جن سے کسی کو سابقہ پڑا ہو وہ خود فرماتے ہیں کہ ۵ من خوب می شناسم پیران پارسا را۔ چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند۔ یعنی میں پیرانِ پارسا کی حقیقت کو خوب پہچانتا ہوں۔ ان کا ظاہر بہت کچھ مگر جب تنہائی میں جاتے ہیں وہ دوسرا کام انجام دیتے ہیں پھر بعد اصطلاحوں کے رائج ہونے اور ریاضت و مجاہدہ مراقبہ و مکاشفہ کے بیعت لینے مرید بنانے کا طریقہ ایجاد ہوا اور مردوں کے ساتھ عورتیں بھی جا جا کر پیروں سے ہاتھ ملا ملا قولی و قرار لے لے کر مرید ہونے لگیں اور تصوف کے ہیولانی لباس میں رنگ پر رنگ چڑھنے لگا غسل سرمہ کاجل مستی اور کاکل و ساری میں نسوانی ساری ادائیں آنے لگیں۔ ہر اک کے تحفے تحائف نذر و نیاز مقبول ہو کر منتیں مرادیں پوری ہونے لگیں۔ دیگر قدرتی مناظر کے حسن کے علاوہ عورتوں اور کمسن لڑکوں نوجوانوں کا حسن مجازی اہل تصوف کی نظروں میں چڑھ چڑھ کر عشق حقیقی کا ذریعہ قرار دیا گیا طرفین کو لطف ذائقے پہنچا کر بجائے مذموم و ممنوع ہونے کے اکثر مرغوب خاص و عام ہونے لگا۔ زندگی میں تو یہ سب جشن تھے ہی مرجانے پر بھی پیروں کی روحوں نے تو اُدھر خدا سے وصال و مرتبہ فنا حاصل کر لیا اور ادھر انکی قبروں پر چراغاں ہونے لگا۔ پھول چادریں گاگر میں کیا طرح طرح کے چڑھاوے چڑھنے لگے مگر ساتھ قوالوں

کسبیوں کے طائفوں کی قدر و منزلت سے تو ہر جگہ عجب طرح کا جشن و ہنگامہ برپا ہوگیا جنگل میں منگل ہو کر ہند میں بازار مصر کا مزہ آگیا حسن مجازی کی جگہ جگہ گرم بازاری ہونے لگی اس کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔ زندہ پیروں کے پاس مقرب کارآمد فقیروں کے سوا جبکہ امیروں کی رسائی اور جبہ سائی مقبول ہوگئی تو دیگر غربا کو دست و قدمبوسی کا موقع کہاں مل سکتا ہے ؎

قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ غرضکہ ایسی بہت سی باتوں سے تصوف اور پیری مریدی کی حقیقت کُھل جانے پہ خدا پرست عاقل تو خود کو بچا لیتا ہے مگر حُسن پرست غافلوں کو تاحیات بدستور پھنسائے رکھتا ہے۔

حسینی دارتبلیغ کی عملی کوشش

کا

بارھواں تصوف نمبر(۱)

خدا کا ہزار شکر ہے انجام کو پہونچا۔ جسے دیکھ کر ناظرین بار بار پڑھینگے اور بیحد وجد میں آئینگے اور سرور میں آکر اسکی کاپیاں کئی کئی خرید کر جا بجا مُفت تقسیم کر ڈالیں گے۔ اس مضمون کو قدرتی الہام کہیے تو بیجا نہ ہوگا

اب اسکے ساتھ ہی تصوف نمبر ۲ (۲) (قیمت ۳ر) کا بہتر تاریخی منظر دیکھیے اور تاحیات لطف اُٹھائیے

اور مصور حقیقت (تصوف) کو دعائے خیر سے یاد کیجیے۔ والسلام

سکریٹری حسینی دارتبلیغ (اٹاوہ)

۲۵ دسمبر ۱۹۳۲ء

مجلس جدید مذہبی ادارۂ تبلیغ کے بست سالہ قومی خدمات

اسلامی دُنیا میں قرآنی تعلیم کی جدید و مفید پہلی کتابیں

(۱) اسلامی بچوں کا نیا قاعدہ ۱ر
مع اسلامی صحیفہ اول باتصویر ۱ر

(۲) اسلامی صحیفہ مسلمانوں کا قبلہ نما | کے حصہ دوم سوم چہارم وغیرہ میں قرآن کی دو سو کئی اعتقادی اصولی فروعی اخلاقی وغیرہ آیات کا باترجمہ مجموعہ باجائز تصاویر قیمت ۲ر

(۳) قانون قدرت | اگرچہ قرآن کی کل آیات کے بہت سے حصے مختلف مضامین کے تیار کیے ہیں لیکن اخلاقی آیات کو یکجا جمع کرکے علمائے فریقین سے تصدیق کرا کے چھپوایا ہے طبع شدہ کو بیس برس ہو گئے سُنی و شیعہ نے خریدا ہے ۵ر

(۴) صحیفہ رسول | کچھ مخصوص اعتقادی آیات کا مجموعہ ناتمام ہے۔

(۵) وظائف انبیاء و اولیا | قرآن کی دو سو کئی ان دعاؤں کا باترجمہ مجموعہ ہے کہ جن کو انبیاء و صالحین نے درگاہ رب العزت میں اپنی حاجات کے لیے اپنا وظیفہ مقرر کیا تھا۔ جلد چھپنے والی ہے ۴ر

صحیفہ اہلبیتؑ | کتب اہلسنت سے آیات و احادیث رسول کا باترجمہ انتخاب۔ غیر مطبوعہ۔

شیعہ بچوں کی دینیات کا سب سے جدید پہلا سلسلہ

(۱) پہلی کتاب | مقبول عام ہوگئی ۱ر
باقی حصے مع قاعدہ چھپنے والے ہیں

قانون تمدن فلسفہ تقیہ پر سب سے نیا عقلی ثبوت

فلسفیانہ اصول پر نیا قابل قدر سلسلہ

(۱) شام غم | دُنیا کے غم سے حسین کے غم کی حقیقت اور تا قیامت ترقی کے وجوہ ۲ر

(۲) اشک تبسم | گریہ و بکا کی حقیقت مع رد ثبوت از اہلسنت ۲ر

(۳) فلسفہ تکلیف | کی حقیقت سے مصائب مظلوم کی کثرت پر مختار محشر کا ثبوت ۱ر

(۴) شان صبر | صبر کے فلسفیانہ اصول سے حسینؑ کے صبر کی مختلف شانیں دکھائیں صبر انبیا کے مختلف شانوں سے ہر اک کے مرتب معلوم کر سکنے کا اصول دکھایا ہے۔ صبر کی حقیقت پر دنیا میں پہلی کتاب ہے۔ ۴ر

(۵) فلسفۂ قرآن و اہلبیت | حدیث ثقلین کے بموجب قرآن و اہلبیت کے ساتھ مسلمانوں کا طرز عمل دکھایا ہے مختلف جوابات بابت تحریف قرآن و اہلبیت دیے ہیں ۲ر

(۶) کارنامہ محرم | تعزیہ مجلس ماتم کی تاریخ مختلف مذاہب کے اقوال۔ رسم عزاداری کا صحیح طریقہ بتایا ہے ۳ر

(۷) مسلمانوں کا حشر | مجذوب کی بڑ حقیقت تصوف بہار حسن و عشق۔ بہار محبت فلسفہ مذہب وغیرہ کتب بہت سی تیار ہیں چھپنے والی ہیں

المشتہر سکرٹری حسینی دار تبلیغ متصل قلعہ اٹاوہ و ناشر

